103739 - نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر سب و شتم کرنے والی لونڈی کو قتل کرنے والے نبینا شخص کی حدیث کے بارہ میں

سوال

میرا سوال درج ذیل دو احادیث کے بارہ میں ہے:

" ايك اندھے كى ام ولد (لونڈى) تھى جو نبى كريم صلى اللہ عليہ وسلم پر سب و شتم اور توہين كرتى تھى، اس نے اسے ايسا كرنے سے منع كيا ليكن وہ نہ ركى، اور وہ اسے ڈانٹتا ليكن وہ باز نہ آئى.

راوى كہتے ہيں: ايك رات جب وہ نبى كريم صلى اللہ عليہ وسلم كى توہين كرنے لگى اور سب و شتم كيا تو اس اندھے نے خنجر لے كر اس كے پيٹ پر ركھا اور اس پر وزن ڈال كر اسے قتل كر ديا، اس كى ٹانگوں كے پاس بچہ گرگيا، اور وہاں پر بستر خون سے لت پت ہو گيا، جب صبح ہوئى تو اس كا ذكر رسول كريم صلى اللہ عليہ وسلم سے كيا گيا اور لوگ جمع ہو گئے تو نبى كريم صلى اللہ عليہ وسلم نے فرمايا:

" ميں اس شخص كو اللہ كى قسم ديتا ہوں جس نے بھى يہ كام كيا ہے اس پر ميرا حق ہے وہ كھڑا ہو جائے، تو وہ نابينا شخص كھڑا ہوا اور لوگوں كو پھلانگتا اور لڑكھڑاتا ہوا نبى كريم صلى اللہ عليہ وسلم كے سامنے بيٹھ گيا اور كہنے لگا:

اے اللہ تعالى كے رسول صلى اللہ عليہ وسلم ميں اس كا مالك ہوں! وہ آپ پر سب و شتم اور آپ كى توہين كيا كرتى تھى، اور ميں اسے روكتا ليكن وہ باز نہ آتى، ميں اسے ڈانٹتا ليكن وہ قبول نہ كرتى، ميرے اس سے موتيوں جيسے دو بيٹے بھى ہيں اور وہ ميرے ساتھ بڑى نرم تھى، رات بھى جب اس نے آپ كى توہين كرنا اور سب و شتم كرنا شروع كيا تو ميں نے خنجر لے كر اس كے پيٹ ميں ركھا اور اوپر وزن ڈال كر اسے قتل كر ديا.

تو رسول كريم صلى اللہ عليہ وسلم نے فرمايا:

خبردار گواہ رہو اس كا خون رائيگاں ہے اس كى كوئى قدر و قيمت نہيں " سنن ابو داود حديث نمبر (4361).

علامہ البانى رحمہ اللہ اس حديث كے متعلق صحيح سنن ابوداود ميں كہتے ہيں يہ صحيح ہے.

اور دوسرى حديث ہے:

" رسول كريم صلى اللہ عليہ وسلم كے دور ميں ايك نابينا كى ام ولد (لونڈى جس سے بچہ ہو) تھى اور اس كے اس سے دو بيٹے تھے، وہ اكثر نبى كريم صلى اللہ عليہ وسلم كى توہين كرتى اور سب و شتم كرتى رہتى تھى، اور وہ اسے روكتا اور منع كرتا ليكن وہ نہ ركتى.

ايك رات ميں (نابينا) نے نبى كريم صلى اللہ عليہ وسلم كا ذكر كيا تو اس نے نبى كريم صلى اللہ عليہ وسلم كى توہين كرنا شروع كى تو ميں صبر نہ كر سكا اور چھوٹى تلوار خنجر لے كر اس كے پيٹ پر ركھا اور اس پر سہارا لے كر اسے قتل كر ديا تو وہ مر گئى.

اس كا نبى كريم صلى اللہ عليہ وسلم كے سامنے ذكر ہوا اور لوگ جمع ہو گئے، رسول كريم صلى اللہ عليہ وسلم نے

فرمایا میں اللہ کی قسم دیتا ہوں جس سخص نے بھی یہ کام کیا ہے اس پر میرا حق ہے وہ کھڑا ہو جائے، تو ایك نابینا شخص لڑکھڑاتا ہوا آگے بڑھا اور عرض کرنے لگا:

اے اللہ تعالی کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں اس کا مالك ہوں، وہ میرے بچوں کی ماں تھی، اور میرے ساتھ بڑی شفقت و رحمدل تھی اور میرے اس سے موتیوں جیسے دو بچے بھی ہیں، لیکن وہ کثرت سے آپ پر سب و شتم کرتی اور آپ کی توہین کرتی تھی، اور میں اسے ایسا کرنے سے روکتا لیکن وہ باز نہ آتی، اور میں منع کرتا لیکن وہ منع نہ ہوتی.

کل رات جب میں نے آپ کا ذکر کیا تو اس نے پھر آپ کی توہیں کرنا شروع کر دی اور آپ پر سب و شتم کرنے لگی، تو میں نے چھوٹی سی تلوار اٹھا کر اس کے پیٹ میں رکھی اور اوپر سے وزن ڈال کر دبا دیا حتی کہ وہ قتل ہو گئی.

چنانچہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرمانے لگے:

خبردار گواہ رہو اس کا خون ضائع اور بے وقعت ہے "

اسے نسائی نے روایت کیا ہے، اور علامہ البانی رحمہ اللہ نے صحیح نسائی میں اس کی سند کو صحیح کہا ہے دیکھیں حدیث نمبر (4081).

یہاں ایك محلاحظہ ہے کہ ابو داود کی روایت میں کچھ الفاظ اور عبارت ہے جو نسائی کی روایت میں نہیں وہ درج ذیل ہے:

" تو اس کی ٹانگوں کے پاس بچہ گر گیا اور وہاں جو کچھ تھا وہ خون سے لتھڑ گیا "

نسائی میں یہ عبارت نہیں مجھے مرتد کے حکم کا علم ہے اور یہ حکمران یا اس کے نائب پر ہے کہ وہ مرتد پر حد نافذ کرے اس کے ساتھ مخصوص ہے، میری نظر مندرجہ بالا عبارت پر ہے کہ ہو سکتا ہے کسی کے ذہن میں یہ بات پیدا نہ ہو جائے کہ مرتد کی حد بچے پر بھی لوگو ہو گی، سوال یہ ہے کہ آیا یہ عبارت صحیح اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے ؟

اور اگر یہ عبارت صحیح ہے تو کیا اس کی تشریح یہ کی جا سکتی ہے کہ وہ شخص نابینا تھا اور اسے اپنی لونڈی کے حاملہ ہونے کا علم نہ تھا ؟

اور اگر یہ عبارت صحیح ہے تو کیا اس کی شرح یہ کی جا سکتی ہے کہ وہ بچہ مرا نہیں تھا جیسا کہ اس کی شرح کی گئی ہے، میرا مقصد اسلام کے بارہ میں شکوك و شبہات پیدا کرنا نہیں بلکہ دین اسلام حق ہے، لیکن میں علماء سے رجوع کرنا چاہتا ہوں تا کہ وہ اس کا رد بتائیں اور میں اسلام میں طعن کرنے والوں کو اس کا جواب دے سکوں، اللہ تعالی آپ کو اپنے پسندیدہ اور رضامندی کے کام کرنے کی توفیق نصیب فرمائے.

پسندیدہ جواب

الحمد للہ.

سوال میں مذکور حادثہ کے متعلق درج ذیل نقاط میں کلام کی جائیگی:

اول:

اس حدیث کا حکم:

اس حدیث کو ابو داود نے حدیث نمبر (4361) میں روایت کیا ہے، اور اسی طریق سے دار قطنی (3 / 112) نے بھی اور دوسرے طریق سے بھی مروی ہے.

اور امام نسائی نے سنن المجتبی نسائی حدیث نمبر (4070) اور السنن الکبری (2 / 304) اور ابن ابی عاصم نے الدیات میں حدیث نمبر (249) اور طبرانی نے معجم الکبیر (11 / 351) اور امام حاکم نے مستدر ك الحاکم (4 / 394) اور بیہقی نے سنن الکبری (7 / 60) میں روایت کی ہے، سب نے عثمان الشحام عن عکرمۃ عن ابن عباس کے طریق سے روایت کی ہے، لیکن روایات کے الفاظ مختلف ہیں کہیں قصہ تفصیلی ہے اور کہیں مختصر.

یہ سند حسن ہے، اور اس کے روات ثقات ہیں، اسی لیے ابو داود اور نسائی نے اس حدیث کو روایت کرنا قبول کیا ہے، اور اس پر سکوت اختیار کیا ہے، اور امام احمد نے بھی، اور مجد ابن تیمیہ رحمہ اللہ کہتے ہیں:

" امام احمد نے اس سے اپنے بیٹے عبد اللہ کی روایت میں اس سے حجت پکڑی ہے " انتہی

دیکھیں: نیل الاوطار (7 / 208).

اور امام حاکم کہتے ہیں: صحیح اور مسلم کی شرط پر ہے لیکن انہوں نے اسے روایت نہیں کیا، اور امام ذہبی نے اپنی تلخیص میں اور ابن حجر نے بلوغ المرام (363) میں اسے صحیح کہا ہے، اور کہا ہے اس کے روات ثقات ہیے.

اور شیخ البانی رحمہ اللہ نے اس کی سند صحیح اور مسلم کی شرط پر قرار دی ہے.

دیکھیں: ارواء الغلیل (5 / 91). انتہی.

اس کی شاہد وہ روایت ہے جو شعبی سے مروی ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ علی رضی اللہ تعالی عنہ نے بیان کیا:

" ایك یہودی عورت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین اور آپ پر سب و شتم کرتی تھی، تو ایك شخص نے اس کا گلا گھونٹ دیا حتی کہ وہ مر گئی، تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا خون باطل قرار دیا "

سنن ابو داود حدیث نمبر (4362) اس طریق سے ہی بیہقی نے سنن الکبری (7 / 60) میں اور ضیاء المقدسی نے

المختارة (2 / 169) میں روایت کی ہے.

شیخ البانی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

اس کی سند صحیح اور شخین کی شرط پر ہے، لیکن انقطاع کی وجہ سے علامہ البانی نے ضعیف ابو داود میں اسے ضعیف قرار دیا ہے.

اقرب یہ ہے کہ اس پر مرسل کا حکم لگایا جائے، حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کہتے ہیں:

" اور دارقطنی علل میں کہتے ہیں: شعبی نے علی رضی اللہ تعالی عنہ سے ایك حرف کے علاوہ کچھ نہیں سنا، جو دوسرے نے نہیں سنا "

گویا کہ انہوں نے اس سے وہ روایت مراد لی ہے جو امام بخارىنے ان سے رجم والی روایت بیان کی ہے جو علی رضی اللہ تعالی عنہ سے ہے جب انہوں نے ایك عورت کو رجم کیا تو کہنے لگے: میں نے اسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور طریقہ پر رجم کیا ہے " ابن حجر کی کلام ختم ہوئی.

دیکھیں: تہذیب التہذیب (5 / 68).

لیکن اکثر اہل علم کے ہاں شعبی رحمہ اللہ کی مراسیل قبول ہیں، شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ تعالی " الصارم المسلول " میں کہتے ہیں:

" یہ حدیث جید ہے؛ کیونکہ شعبی نے علی رضی اللہ تعالی عنہ کو دیکھا ہے، اور ان سے شراحہ الھمدانیۃ والی حدیث روایت کی ہے، اور علی رضی اللہ تعالی عنہ کے دور میں شعبی کی عمر بیس برس کے قریب تھی، اور وہ کوفی ہیں، ان کی لقاء ثابت ہے، تو حدیث متصل ہو گی، پھر اگر اس میں ارسال بھی ہو تو بالاتفاق حجت ہے، کیونکہ شعبی کا علی سے سماع بعید ہے کیونکہ اہل علم کے ہاں شعبی صحیح المراسیل ہے، وہ اس کی صحیح مراسیل ہی جانتے ہیں، پھر وہ سب لوگوں میں علی رضی اللہ تعالی عنہ کی احادیث کو زیادہ جاننے والا ہے، اور وہ اس کے ثقہ اصحاب کو زیادہ جانتا ہے انتہی.

دیکھیں: الصارم المسلول (65).

اور اس قصہ کی ایك اور روایت بھی شاہد ہے جو ابن سعد کی روایت الطبقات الکبری (4 / 120) میں ہے وہ بیان کرتے ہیں:

" ہمیں قبیصہ بن عقبہ نے خبر دی، وہ کہتے ہیں ہمیں یونس بن ابی اسحاق نے ابو اسحاق سے حدیث بیان کی، وہ عبد

اللہ بن معقل سے بیان کرتے ہیں وہ کہتے ہیں:

" ابن ام مکتوم مدینہ میں ایک انصاری کی پھوپھی جو یہودی تھی کے پاس ٹھرے، وہ ان کے ساتھ نرمی برتتی اور بڑی رفیق تھی، لیکن اللہ اور اس کے رسول کے متعلق انہیں اذیت دیتی، تو انہوں نے اسے پکڑ کر مارا اور قتل کر دیا، اس کا معاملہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لایا گیا تو ابن ام مکتوم کہنے لگے:

اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کی قسم اگرچہ وہ میرے ساتھ بڑی نرم دل تھی، لیکن اس نے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بارہ میں بڑی اذیت دی تو میں نے اسے مارا اور قتل کر دیا، چنانچہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرمانے لگے:

" اللہ تعالی نے اسے دور کر دیا، میں نے اس کا خون باطل کر دیا "

اس سند کے راوی ثقہ ہیں.

ان سب مجموعی روایات سے حاصل یہ ہوا کہ: اصل میں یہ قصہ سنت نبویہ میں ثابت ہے.

لیکن کیا یہ ایک واقعہ ہے یا کئی ایک واقعات ہیں ؟

ظاہر تو یہی ہوتا ہے کہ یہ ایک واقعہ ہے، شیخ الاسلام ابن تیمیہ اسی قول کی طرف مائل ہیں ان کا کہنا ہے:

" اس پر - یعنی اس حادثہ کے ایک ہونے پر - امام احمد کی کلام بھی دلالت کرتی ہے؛ کیونکہ عبد کی روایت میں ان سے کہا گیا:

جب ذمی آدمی سب و شتم کرے تو اسے قتل کرنے میں احادیث وارد ہیں ؟

تو انہوں نے جواب دیا: جی ہاں، ان احادیث میں اس نابینا والی حدیث بھی شامل ہے جس نے عورت کو قتل کیا تھا، وہ کہتے ہیں اس نے سنا کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سب و شتم کر رہی ہے، پھر عبد اللہ نے ان سے دونوں حدیثیں روایت کی ہیں.

اور اس کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ: اس طرح کے دو قصے دونوں نابینوں کے ساتھ پیش آنا ہر ایک کے ساتھ عورت اچھا سلوک کرتی تھی لیکن اس کے ساتھ وہ بار بار سب و شتم کا بھی شکار تھی، اور دونوں نابینوں نے اکیلے ہی عورت کو قتل کیا، اور دونوں واقع میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو قسم دی، یہ عادتا بعید ہے "

الصارم المسلول (72 ـ 73) اختصار کے ساتھ.

اور روایات میں اس یہودی کو قتل کرنے کے طریقہ میں اختلاف میں جو اشکال ہے کہ آیا اسے گھلا گھونٹ کر قتل کیا گیا یا کہ تلوار گھونپ کر ؟ یہ اشکال باقی رہتا ہے.

ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اس میں دو احتمال ذکر کیے ہیں:

احتمال ہے کہ ابن ام مکتوم نے پہلے گلا گھونٹا اور پھر تلوار گھونپ دی.

اور دوسرا احتمال یہ ہے کہ: کسی ایك روایت میں غلطی کا وجود ہے.

دیکھیں: الصارم المسلول (72).

دوم:

روایت میں اس کی دلیل نہیں ہے کہ لونڈی کے پیٹ میں بچہ تھا، اور جو کوئی بھی سیاق و سباق سے ایسا سمجھتا ہے اس نے غلطی کی ہے، بعض روایات کے الفاظ میں: " تو اس کی ٹانگوں کے پاس بچہ گر گیا اور وہاں وہ خون سے لت پت ہو گیا "

یہ کسی بھی طرح اس پر دلالت نہیں کرتا؛ بلکہ ظاہر یہ ہوتا ہے کہ وہ اس کے دو بچوں میں سے ایك تھا جن کے اوصاف بھی نابینے نے بیان کرتے ہوئے کہا:

" دو موتیوں کی طرح "

وہ بچہ شفقت کے ساتھ اپنی ماں کے پاس آیا اور خون میں لت پت ہو گیا، اس کی دلیل یہ ہے کہ طبرانی کی ایك روایت کے الفاظ ہیں:

" تو اس کے دونوں بچے اس کی ٹانگوں کے پاس خون میں لت پت ہو گئے "

یعنی یا تثنیہ کے ساتھ دو بچوں کا ذکر ہے، اور بیہقی کی روایت میں بھی ہے:

" تو اس کے دونوں بچے اس کی ٹانگوں کے پاس خون میں لت پت ہوگئے "

اور " سوالات الآجری ابا داود السجستانی " صفحہ (201) میں بھی درج ہے جو اس پر دلالت کرتا ہے:

ابو داود کہتے ہیں: میں مصعب الزبیری کو سنا وہ کہہ رہے تھے:

عبد اللہ بن یزید الخطمی صحابی نہیں، وہ کہتے ہیں: یہ وہی ہے جس کی ماں کو نابینے نے قتل کیا تھا، اور یہ وہی

بچہ ہے جو اس کی ٹانگوں کے درمیان گرا تھا، جس عورت نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر سب و شتم کیا تھا. انتہی

تو پھر کوئی نوزائدہ بچہ مقتول نہ تھا، اور پھر یہ ممکن ہی نہیں کہ شریعت ایسا عمل اور قانون لائے کہ بچہ ماں کی سزا کا متحمل ٹھرے، اور پھر اللہ تعالی کا تو فرمان یہ ہے:

اور كوئى بھى كسى دوسرے كا بوجھ اور گناہ نہيں اٹھائيگا .

حدیث اور روایات کےالفاظ مختلف آنے اور بعض اوقات عکرمہ سے مرسل روایت جیسا کہ ابو عبید القاسم بن سلام نے " الاموال حدیث نمبر (416) میں بیان کی ہے، اور حفاظ نے عثمان الشحام کی روایت میں مناکیر کی موجودگی کی بنا پر نقد کیا ہے، جیسا کہ یحیی القطان کہتے ہیں: کبھی معروف اور کبھی منکر بیان کرتا ہے، اور میرے پاس وہ نہیں.

اور ابو احمد الحاکم کہتے ہیں: ان کے ہاں قوی نہیں، اور دار قطنی کہتے ہیں: بصری اور معتبر ہے، یہ سب قصہ میں مذکور تفاصیل میں شك اور توقف واجب کرتا ہے، لیکن یہ اس درجہ تك نہیں پہنچتا کہ اصل روایت ہی رد کر دی جائے اور حادثہ کے وقوع کی نفی کر دی جائے، اس کے علاوہ بھی اس کے کئی شواہد آئے ہیں جن کا اوپر بیان ہو چکا ہے، اور متقدمین اور متاخرین اہل علم نے اسے قبول کیا ہے.

سوم:

اس قصہ میں اہل کتاب کے ساتھ مسلمانوں کےعدل و انصاف کی دلیل پائی جاتی ہے جو ان کےساتھ کیا جاتا تھا، جسے شریعت مطہرہ نے سب جہانوں کے لیے بطور رحمت بنا کر لائی ہے.

چنانچہ معاہدہ کرنے والے یہودیوں کےحقوق محفوظ ہیں اور کوئی بھی شخص انہیں اذیت و تکلیف نہیں دے سکتا، اسی لیے جب لوگوں نے ایك یہودی عورت کو قتل پایا تو لوگ ہڑبڑا گئے اور اسکا معاملہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تك پہنچایا جنہوں نے ان یہودیوں کو معاہدہ اور امان دے رکھی تھی، اور ان سے جزیہ نہیں لیتے تھے، چنانچہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم شدید غضبناك ہوئے اور مسلمانوں کو اللہ کا واسطہ اور قسم دے پوچھا کہ وہ ایسا کرنے والے کو ظاہر کریں، تا کہ وہ اس کی سزا کے متعلق دیکھیں اور اس کے معاملہ میں فیصلہ کریں.

لیکن جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ معلوم ہوا کہ اس نے کئی ایك بار معاہدہ توڑا اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی توہیں کر کے اذیت پہنچائی ہے تو وہ اپنے تمام حقوق سے محروم کر دی گئی، اور بطور حد قتل کی مستحق ٹھری جو شریعت مطہرہ ہر اس شخص پر لاگو کرتی ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر سب و شتم کرے، چاہے مسلمان ہو یا ذی یا معاہدہ والا، کیونکہ انبیاء کے مقام و مرتبہ کے ساتھ توہین کرنا اللہ کے ساتھ کفر ہے، اور ہر حرمت اور عہد و پیمان اور حق کو توڑنا، اور عظیم خیانت ہے جو سخت سے سخت سزا کی موجب ٹھرتی ہے.

دیكھیں: احكام اهل الذمة (3 / 1398).

اور ہماری اسی ویب سائٹ پر سوال نمبر (22809) كے جواب كا مطالعہ كریں.

اور رہا یہ مسئلہ كہ: مرتد كی حد لاگو كرنا حكمران یا اس كے نائب سے ساتھ مخصوص ہے، اس اشكال كو شیخ الاسلام رحمہ اللہ نے ذكر كر تے ہوئے كہا ہے:

" اور باقی یہ رہ جاتا ہے كہ: حدود كا نفاذ امام یعنی حكمران یا اس كے نائب كے علاوہ كوئی نہیں كر سكتا ؟

اس كا جواب كئی ایك وجوہ سے ہے:

پہلی وجہ:

مالك كو حق حاصل ہے كہ وہ اپنے غلام پر حد لاگو كرے اس كی دلیل رسول كریم صلی اللہ علیہ وسلم كا یہ فرمان ہے:

" تم اپنے غلاموں پر حدود كا نفاذ كرو "

مسند احمد حدیث نمبر (736) شیخ ارناؤوط نے اسے حسن قرار دیا ہے، اور علامہ البانی رحمہ اللہ اس طرف مائل ہیں كہ یہ جملہ علی رضی اللہ تعالی عنہ كی كلام میں سے ہے.

دیكھیں: ارواء الغلیل (2325).

اور یہ فرمان:

" جب تم میں سے كسی ایك كی لونڈی زنا كرے تو وہ اسے حد لگائے "

سنن ابو داود حدیث نمبر (4470) یہ صحیحین میں ان الفاظ كے ساتھ ہے " تو وہ اسے كوڑوں كی حد لگائے "

فقھاء حدیث كے ہاں كسی اختلاف كا مجھے علم نہیں كہ اسے حد لگانے كا حق حاصل ہے، مثلا زنا اور قذف و بہتان اور شراب نوشی كی حد، اور مسلمانوں كے ہاں اس میں كوئی اختلاف نہیں كہ وہ اسے تعزیر لگائے، اس میں وہ اختلاف كرتے ہیں كہ آیا اسے قتل كرنے یا ہاتھ كاٹنے كا حق حاصل ہے، مثلا مرتد ہونے والےكو قتل كرنا، یا نبی كریم صلی اللہ علیہ وسلم پر سب و شتم كرنے اور توہین كرنے والے كو قتل كرنا، اور چوری كرنے پر ہاتھ كاٹنا ؟

اس میں امام احمد سے دو روایتیں ہیں:

پہلی روایت: جائز ہے، اور یہ امام شافعی سے بھی بیان کردہ ہے.

اور دوسری روایت یہ ہے: جائز نہیں، اور اصحاب شافعی سے دو میں سے ایك وجہ اور امام مالك کا بھی یہقول ہے، اور ابن عمر رضی اللہ تعالی عنہ سے صحیح ثابت ہے کہ انہوں نے اپنے غلام کا چوری کی بنا پر ہاتھ کاٹا تھا، اور حفصہ رضی اللہ تعالی عنہا نے جادو کا اعتراف کرنے والی اپنی ایك لونڈی کو قتل کیا تھا، اور یہ ابن عمر کی رائے کی بنا پر ہوا؛ تو اس طرح یہ حدیث اس کے لیے دلیل ہوئی جو مالك کے لیے غلام پر حد لاگو کرنے کو جائز قرار دیتے ہیں.

دوسری وجہ:

اس میں زیادہ سے زیادہ یہ ہے کہ امام کے معاملات میں دخل اندازی ہے، اور امام کو حق حاصل ہے کہ جس نے اس کے بغیر کسی واجب میں حد لاگو کی اسے معاف کر دے.

تیسری وجہ:

اگرچہ یہ حد ہے، اور وہ حربی کو قتل کرنا بھی ہے؛ تو یہ اس کے مرتبہ میں ہوا کہ اس حربی کو قتل کرنا جس کو قتل کرنا حتمی تھا، اور یہ ہر ایك کو قتل کرنا جائز ہے ...

چوتھی وجہ:

اس طرح کا واقعہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں ہوا ہے، مثلا عمر رضی اللہ تعالی عنہ کا اس منافق کونبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت کے بغیر قتل کرنا جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلہ پر راضی نہیں ہوا تھا، تو اس کے اقرار میں قرآن نازل ہوا.

اور اسطرح بنت مروان جسے اس مرد نے قتل کر دیا تھا حتی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اللہ اور اس کے رسول کا مددگار کا نام دیا، یہ اس لیے کہ جسے کسی معنی یعنی دین کے خلاف چال اور مکر کرنے اور دین کو خراب کرنے کی بنا پر قتل کرنا واجب ہو چکا ہو، وہ اس جیسا نہیں جس نے کسی شخص کو معصیت و نافرمانی زنا وغیرہ کی بنا پر قتل کر دیا ہو " انتہی

دیکھیں: الصارم المسلول (285 - 286).

واللہ اعلم .